خوشنود ہوکر اس کی طرف دیکھا۔ سلطان کی درخواست پر اُس کے محل میں تشریف لے گئے۔ اپنے گلال کو چار مرتبہ پانی سے دھوکر سلطان کو پانی پینے کے لئے دیا۔ تاکہ اس کا شک دور ہو جائے سلطان نے خوشی سے پانی پی لیا۔ سلطان نے اپنی سلطنت لاکر قدموں پر ڈال دی۔ مگر انھوں نے کچھ قبول نہ کیا۔

سلطان نے مدرسہ اور طلبار کے وظائف کے لئے بڑی رقم مقرر کردی۔ شیخ مکہ لوٹ گئے۔ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔

وفات وفات سے چند روز پہلے ان میں کچھ جذبے پیدا ہو جاتے تھے جس سے تمام بدن اور حرکات سکنات میں تغیر پیدا ہو جاتا تھا۔

عبدالوہاب متقی کہتے ہیں کہ صفر کے مہینے ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء میں وفات سے دو تین دن قبل شیخ نے ان سے ایک بیت پڑھنے کے لئے کہا۔ انھوں نے ذیل کی بیت پڑھی[1]

ہرگز نیامد در نظر صورت ز رویت خوب تر شمسے ندانم یا قمر یا زھرۃ یا مشتری

اس بیت کو سُن کر ان کی عجیب حالت ہوگئی۔ با آواز بلند پڑھنے کے لئے کہا عبدالوہاب متقی نے کئی مرتبہ بلند آواز سے پڑھا۔ " حضرت شیخ سے محبت آمیز کلام اور شور انگیز نالے بلند ہونے لگے "۔ جب خادم کھانا لایا تو انھوں نے اس کو اس طرح کوٹنے کے لئے کہا کہ سب ایک ہو جائے اور دوئی نہ رہے۔ اور ایک دوہرہ پڑھا۔

" آں چناں سحق کن کہ یکے شود و دوئی نماند چنانچہ ایں دوہرہ خبرے دہد "

دوہرہ ————

" سُن سہیلی پریم کی باتا یوں مل رہی جیوں ددد بتاتا "[2]

اپنے مقالہ ——— " ہندوستان میں ہندوستانی " میں حضرت سید سلیمان ندوی نے اس دوہرہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ کہ " غور کیجئے۔ کہ ان کا تعلق ہندوستان کے کن کن صوبوں

[1] اخبار الاخیار (اُردو) ص ۳۰۶ [2] اخبار الاخیار مطبع ہاشمی میرٹھ ص ۲۴۹ (بحوالہ نقوش سلیمانی)

سے رہا۔ جون پور (پورب) برہان پور (خاندیش)۔ مانڈو (مالوا) ملتان (پنجاب سندھ) اور احمد آباد (گجرات) بایں ہمہ ان کی جو زبان تھی وہ اس دوہرے سے ظاہر ہے[1]۔

وفات کے وقت تمام جسم ساکت تھا۔ شہادت کی انگلی حرکت کر رہی تھی۔ اس کی حرکت بند ہونے کے بعد مریدوں نے سمجھ لیا۔ کہ روح قالب سے رخصت ہوگئی ہے۔ رحلت کے وقت ان کا سر شیخ عبدالوہاب متقی کے زانو پر تھا۔

دو جمادی الاول ۹۷۵ھ منگل ۴ نومبر ۱۵۶۷ء کو صبح کے وقت جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔

برہان پور کی مردم خیز خاک سے اُٹھا ہوا باکمال محدث ——— مکہ کی مقدس سرزمین میں ابدی آرام کے مزے لے رہا ہے ———

تاریخ وفات "شیخ مکہ"۔ "قضی نحبہ"۔ "متابعتِ نبی"[2]۔ اور "پیرو خاص مصطفٰے است علی"[3] سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

مخبر الواصلین (قلمی) میں ذیل کا قطعہ درج ہے۔

آنکہ او ہادی خفی و جلی است ۔۔۔ متقی زمانہ شیخ علی است
وارث علم مرسلیں بودہ ۔۔۔ خاتم دہر را نگیں بودہ
درۃ التاج اتقیاء او بود ۔۔۔ گوئے تقوی ازیں زمانہ ربود
در احادیث بود بے ہمتا ۔۔۔ ہم چو در اختراں قمر یکتا
بہ فقاہت عدیلِ او عدم است ۔۔۔ عاجز از وصفِ او قلم است
از جمادی نخست بود دوئم[4] ۔۔۔ کہ علی شد باوجِ چرخِ نہم
سالِ ترحیل او رقم افتاد ۔۔۔ وارث الانبیاء بحق جاں داد
مرقد او بہ مکۂ اللہ است ۔۔۔ فیض بخش گدا و ہم شاہ است (رجا

---

[1] نقوش سلیمانی صفحہ ۵۶ [2] گلزار ابرار (قلمی) ورق ۲۶۵ [3] اخبار الاخیار (اردو) ۴۳۳
[4] یہ تاریخ وفات بارہ جمادی الاول ہے مگر قطعہ میں دو تاریخ نظم کی گئی ہے۔

عربی شاعری و خیالات کا اثر پروفنسال اطالیہ کی شاعری پر

از

جناب ڈاکٹر محمد امجد صاحب صدیقی
(پروفیسر یونی ورسٹی الٰہ آباد)

(۲)

اس میں شاعر ایک پہاڑ پر جاکر خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر کبھی نیلے آسمان کو دیکھتا ہے اور کبھی اس کے نیچے بہتے ہوئے دریا پر نظر ڈالتا ہے موجوں کی تھپیڑوں کی آواز، ہواؤں کے جھونکوں کی سنسناہٹ اور کبھی خشکی اور دریا کی مخلوط آواز کو سنتا ہے ان دونوں آوازوں کو ملأ اعلیٰ کی طرف جاتے ہوئے محسوس کرتا ہے جو آواز دریا سے نکل کر جاتی ہے اس میں فرحت و سرور پاتا ہے اور جو آواز خشکی سے پیدا ہوتی ہے اس میں حزن و ملال، رنج و الم کی آمیزش پاتا ہے امواج کی آواز کو حمد باری کی تسبیح سمجھتا ہے اور خشکی کی آواز کو زمین کا رونا اور انسان کے شور و واویلا کی آواز تصور کرتا ہے ان دونوں آوازوں میں سے ایک کا نام "طبیعت" اور دوسرے کا نام "انسانیت" رکھتا ہے اس دل کش منظر پر غور کر کے بے خود ہو جاتا ہے اور اتھاہ گہرائی میں پہنچ کر اپنے نفس سے سوال کرتا ہے کہ ہم یہاں کیوں ہیں؟ ان سب کا کیا مقصد؟ آیا زندگی بہتر ہے یا موت؟ پھر خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات گرامی کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ صرف خدائے قدوس ہی جانتا ہے کہ یہ طبیعت کا سرود و غنا جنس بشری کے حزن و بکار سے دوامًا کیوں ممزوج ہے اور پھر دنیائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہے:-

اس طرح فیکتور ہوگو Victor Hugo نے اپنے دوسرے قصیدہ "الشموس الغاربات" (The Setting suns) میں غروب آفتاب، شفق کا ظہور

اور افق پر گھنگور گھٹاؤں کا چھا جانا نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے اور اس سے مخلوقات میں وجود خالق کے نظریہ پر بالکل اسی طرح دلیل لایا ہے جیسے معری نے اپنے حسب ذیل اشعار میں اس کو پڑھئے اور حیرت انگیز یگانگت سے لطف اندوز ہوجئے اشعار یہ ہیں :-

ادری الخلق فی امرین ماض ومقبل　　　　وظرفین ظرف فی مدۃ ومکان

اذا ماسألناعن مراد الهنا　　　　کنی عن بیان فی الاجابۃ کان

یا جیسے قرآن میں ہے " اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ " اور اسی "الشموس الغاربات" (The setting suns) کے عمدہ اشعار میں سے یہ ہے " ھذہ السحب الملونۃ بالوان الرصاص والذھب والنحاس والحدید تستکن فیھا الزوبعۃ والاعصار والساعقۃ والجحیم وتدمدم دمدمۃ متخفیۃ نعم اللّٰہ الذی یعلقھا جمیعا فی السموات العمیقۃ کما یعلق الفارس علی ادتاد البیت اسلحتہ المتصلصلۃ " یہ بھی بالکل ویسے ہی ہے جیسے قرآن کے سورہ نبا میں " اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا وَّجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا وَّبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا " اسی دیوان میں ہوگو نے ایک اعلیٰ درجہ کا قصیدہ لکھا ہے جس کا نام "الدعاء للجمیع" (Prayer To all.) ہے یہ قصیدہ قواعد النسانیہ پر فلسفۂ عجیب [illegible]

[illegible]

[illegible] مطالب دعا ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالکل [illegible]

---

[1] تاریخ الادب بین الافرنج والعرب

رسول کریم صلعم سے روایت کیا ہے

"قیل یا رسول اللہ من احق الناس بحسن الصحبة - قال - امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك ثم ادناك"

جو قرآن میں ہے اس کو بھی دیکھئے:-

"واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا"

اور پھر لزومیات میں معری کے اشعار ملاحظہ فرمائیے:-

واعط اباك النصف حيا وميتا ... وفضل عليه من كرامتها الاما

اقلك خفا اذ اقلتك مثقلا ... وارضعت الحولين واحتملت تما

والقتك عن جهد والقاك لذة ... وضمت وشمت مثل ما ضم وشما

اگر معری اور دوسرے شعرائے عرب کے کلام کو بنظر غائر ملاحظہ کیا جائے تو ہیوگو کے اس "الدعاء الجمیع" کے اکثر خیالات میں مماثلت نظر آئے گی۔

فرانس والے جو اسلوب کی روانی اور شان و شوکت کو شاعری کا جوہر اور جزو اعظم سمجھتے تھے انھوں نے شہسواروں کے قصے حادثے اور داستانوں کو جو حیرت و استعجاب درستر کو پیدا کر سکیں اپنے یہاں لے لیا اور اس کو اشعار میں نظم کیا حالانکہ دوسری قوموں نے اس کو نثر میں جگہ دی ہندی قصے Dolopathos (or King and Seven wise men) کا لاطینی ترجمہ ہو گیا یہ تروفیر Troumers کا پہلا خزانہ ہے اور عربی قصے مراقشیوں نے قشتالیوں کو دیا اور قشتالیوں Catalans نے فرانس کو دیا اس کا بھی نظم میں ترجمہ ہوا Provence میں Raymond Berenger اور اس کے جانشینوں نے پروفنسا میں اولوالعزمی کی روح کے ساتھ ساتھ تہذیب و زینت و آرائش کا ذوق مع تمام علوم عربیہ یہاں ان دونوں لطیف اشیاء کے باہمی اتحاد نے ایک نئی شاعری کی روح پھونک دی جو ایک زمانہ میں پروفنسا بلکہ تمام جنوبی یورپ میں بجلی کی طرح چمکی اور ان کو منور کر دیا ہے

وہ زمانہ تھا جب شیفالیہ chivalry پروفنسا میں وجود میں آئی یہ قدیم تصورات سے بالکل مختلف تھی اس کی اصل خصوصی عورتوں کی خدمت و احترام تھی گیارہویں صدی کے اخیر میں جنوبی فرانس میں اسی قسم کی شاعری کا ظہور ہوا جس کے مضامین نئے معاشرتی اصول نئے اصطلاحات نئی شاعری کی اس جدید ترقی کی طرف رہنمائی کرنے والی کوئی چیز فرانس کے پرانے ادب میں نہیں پائی جاتی البتہ اس نئی شاعری میں عرب اندلس کے بعض مستحکم اثرات پائے جاتے ہیں جو نمایاں طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ ابتدائی پروفنسال شاعر عربی نمونۂ شاعری سے ضرور متاثر ہوا تھا اور جس طرح عربی علوم و فلسفہ کے اثرات سے ڈریپر رینان ۔ لبنان وغیرہم کے اقوال پر ہیں اسی طرح عربی شاعری کے اثرات پروفنسال شاعری پر سسمنڈی (Sismondi) کی مشہور کتاب "جنوبی یورپ کے ادب کا تاریخی جائزہ" Historical view of the literature of south of Europe مملو و مشحون ہے[1] ۔ افسانوی داستانیں یا شہسوار و

[1] انیسویں صدی کے نصف میں اس کے خلاف آواز سنائی دیتی ہے یہ ناقد اندلس اور پروفنسا کے درمیان اختلاط کی ایک مستند تحریری شہادت چاہتا ہے جس کو اپنے حسب خاطر خواہ نہ پاکر دوسرے گوشہ پر جا پہنچتا ہے اغسطس ولیم شلیگل Augustus William Schlegel ۔ اپنی کتاب "on the language and literature of Provence" مطبوعہ ۱۸۱۸ء میں پروفنسال کی شاعری اور تہذیب پر عربی اثرات کا انکار کرتے ہوئے زمانۂ وسطی کے اندلس کے مذہبی تعصب و تنفر کا ذکر کرتا ہے حالانکہ تاریخ مراقشی اور اندلسیوں کے درمیان اس قسم کے تنفر و عناد کا پتہ نہیں دیتا قشتالیہ کے الفانسو Alphonso of Castile کے زمانہ تک کوئی حکومت ایسی نظر نہیں آتی جہاں عیسائی شاہزادہ مراقشی دربار میں پناہ گزیں نہ رہا ہو یا مراقشی حاکم عیسائی حکومت کے زیر سایہ نہ رہا ہو ڈیڑھ سو سال ہم دور دوجز two Williams of Sicily اور سسلی کے دو ولیم two Rogers بلکہ فریڈرک دوم Fredrick II کے دربار میں ہم دیکھتے ہیں کہ عرب اٹلی کے باشندے سے ملتے تھے دونوں سسلی Two Sicilies کے صوبوں میں قاضی Judges عرب ہی منتخب ہوتے تھے تقریباً صدی دونوں قوموں میں جنوب یورپ میں گہرے دوستانہ طریقہ سے ملے جلے رہے M. Raynouard نے کافی ثبوت دیا ہے کہ رومانس زبان پرتگال میں ۷۳۴ھ میں Alloacem کے عبارت کے کسی حصہ میں تحریراً موجود تھی اس وقت جنوبی فرانس کے تمام صوبہ جات عبدالرحمن کے قبضے میں آچکے تھے طلیطلہ Toledo کی فتح جو ۱۰۸۵ء میں ہوئی یہ پروفنسال کی شاعری کی تاریخ نہیں قرار دی جا سکتی جیسا کہ Aleeandreo M. Gingrene نے اس کو پروفنسا شاعری کا سال مقرر کیا ہے طلیطلہ کی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے نظم میں عمدہ نازک خیالات ۔ افلاطونی محبت ۔ عزت واحترام کا جذبہ قوی کا کمزور کی مدد کا خیال بلند کرداری کی اُمنگ فرانس کے قدیم تروبادور Troubadour کے یہاں نہیں ملتی شہسواروں کے داستان Romances of chivalry کے موجدین نے اپنے ہیرو کی تصویر کھینچنے میں جرمن کی وفاداری ، فرانس کی بہادری اور عرب کی بلند خیالی سے کام لیا جب شہسواروں کی داستان کی ترقی ہوئی تو اس وقت عرب کی اخلاقی حالت اوجِ کمال پر تھی نیکی پارسائی میں سرگرم تھے زبان کی پاکیزگی اور ان کے مصنفین کی نازک خیالی سے یورپ والے کسی قدر ندامت محسوس کرتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ تمام یورپ سے زیادہ اولوالعزم [illegible] جو اندلسی تھے جو عرب ہی کے تعلیم یافتہ علماء و فضلاء تھے عرب ہی اسپین میں شہسواروں کی داستان کے موجد تھے انھیں کے شہسواروں کی حیرت انگیز داستان نے دلوں پر بہت اثر کیا عربوں کا دستور تھا کہ روزانہ شام کے وقت اپنے خیموں میں جمع ہو کر حیرت انگیز داستانوں کو سنتے تھے غرناطہ میں تو اس داستان کے ساتھ رقص وسرود بھی ہوتا تھا اسپین کے تاریخی قصائد ان کے "موالیا" عربی ہی شاعری سے ماخوذ ہیں جس طرح یورپ عربی ادب و افسانہ سے بلانکیر پورے طور سے متاثر ہے مثلاً مقدس پیالہ Holy Grail کے افسانے بے شبہ شامی سرچشموں سے لئے گئے حکیم بیدپا کے اخلاقی قصے الف لیلہ کی کہانیوں نے جو اثر کیا وہ ناقابل رد ہے چاسر Chaucer کی کہانی اسکوائرز ٹیل Squire's Tale اصل میں الف لیلہ ہی کی ایک کہانی ہے بوکاشیو Boccaccio نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی فتح کے معنی یہ ہیں کہ بہت سے مشہور کالج جو عرب کے قبضہ میں تھے عیسائیوں کے قبضے میں آ گئے اور ان کالجوں نے درباروں کے ان باہمی اختلاط کے بہت زمانہ بعد تک جس نے ان کی شاعری کو مانوس کرایا تھا مسلسل علوم عربیہ کو مغرب میں پھیلانے کا سلسلہ جاری رکھا مراقشی کا اثر لاطینی پر سائنس ۔ فلسفہ ۔ ادب ۔ تجارت ۔ زراعت اور مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے صاف نمایاں ہے لہٰذا یہ کس قدر تعجب خیز ہے کہ اس نے ان گانوں اور گیتوں پر اثر نہ ڈالا ہو جو تہواروں میں کی رودج رواں تھے جس میں دونوں قومیں آپس میں ملتی جلتی تھیں جب کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دونوں قومیں گانے اور شاعری پر کس قدر فریفتہ تھیں ۔

قصے سن کر اپنی کتاب Romances de کی صورت میں پیش کیا بالکل اسی طرح فرانس والے شہ سواروں کے داستان سے بہت متاثر ہوئے جب شارلیمان Charlemagne نے فتوحات عظیم کے بعد شاہنشاہ کا لقب اختیار کیا اور نصاریٰ کے حجاج کے لئے بیت المقدس کی زیارۃ کی اجازت عباسی خلیفہ سے حاصل کر لی تو اس کی بڑی شہرت ہوئی اس کی شان میں اس کے متعلق قصے اور اشعار پڑھے جانے لگے جیسے عرب والے ہارون الرشید کے لئے کیا کرتے تھے "اغانی رولاں" Chanson de Roland "حج شارلیمان" Voyage of Charlemagne نظم کئے گئے اسی فرانسیسی زبان میں جس کو اس زمانے والے بولتے تھے عرب کی اس تقلید میں ان کے علاوہ اور بہت سے قصائد حروب صلیبیہ کے متعلق کہے گئے جن کا مطالعہ عرب کی تاریخ کے محققین کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ یورپین محققین کو اپنے تاریخی غوامض کے اکتشاف کے لئے عربی کتابوں کی چھان بین کی ضرورت ہے بارھویں صدی کے اخیر میں اور تیرھویں صدی کے ابتدا میں شمالی شعرا جنوبی شعرا کی تقلید کر کے محسنات شعریہ۔ رقت غزل۔ عربی قوافی اور الحان موسیقیہ کا استعمال کیا اور اسی کے زیر اثر بہت سے دیوان مرتب کئے اور پھر اشعار ہجو یہ ہزلیہ اور نکاہات کلیلہ دمنہ کے طریقہ پر اور کچھ حکایات حیوانات کی زبان سے بیان کرتے ہوئے لکھے گئے مثلاً رومان روز Romance of Rose اور رومان ثعلب Roman de Renart وغیرہ

شہ سواری کی وہ روح جو قرون وسطیٰ میں چھائی ہوئی تھی جس نے جنگ جوئی کی وحشت و بربریت کو شہ سواری کے ورزشی کھیلوں سے بدل دیا اور عشق و محبت نے جو ادب العالیہ پیدا کیا اور عورت سے جو محبت تراشا وہ اسی روح کا فیض تھا جو عربی شاعری نے پیدا کی تھی اور موشحات کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا آٹھویں صدی میں اسلیبشی زبان میں غیر نفسانی بے لوث پاک یعنی افلاطونی محبت کی تحریک کا آغاز ہوا

تھا اس پر عربی شاعری کا اثر قطعی طور پر نمایاں ہے اس کا اثر بروفنسال شاعری پر اس حد
تک ہوا جس کو پروفیسر حتی اپنی کتاب "عرب اور اسلام" میں یوں بیان کرتے ہیں "گیارہویں
صدی کے اخیر میں جنوبی فرانس کے ادیبوں پروانسی [illegible] شعراء عشق و محبت کی
شعلہ سامانیوں کو عجیب و غریب پر بہار تخیل کے سانچوں میں ڈھالتے ہوئے پر زور شور کے
ساتھ نمودار ہوتے ہیں قرون وسطیٰ کے غزل گو شاعر جنہیں بارہویں صدی میں فروغ حاصل
ہوا تھا اپنے جنوبی "غزل سرا" Zajal معاصروں ہی کے پیرو تھے عربی شاعروں
کو ہی اپنے سامنے رکھ کر جنوبی یورپ میں "مسلک ظرافت" Cult of [illegible] یک بیک
نمودار ہوئی ابتدائی یورپ کی سب سے بڑی یادگار جان سن دی رولاں" Chanson de Roland
جو ۱۰۸۰ء میں لکھی گئی جس طرح ہومر Homer کی نظموں سے تاریخی یونان کے آغاز کا
پتہ چلتا ہے بالکل اسی طرح جان سن رولاں سے بھی ایک نئے مغربی یورپ کے تمدن کے
آغاز کے آثار و علامات کا سراغ ملتا ہے یہ کتاب اپنی تخلیق کے لحاظ سے ایک ایسے فوجی
ربط کی رہین منت ہے جو اہل یورپ نے اس زمانہ میں اسلامی اسپین سے قائم کیا تھا" سچ
تو یہ ہے کہ بقول پروفیسر حتی "یورپی ادب پر عربی زبان کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ اس نے
اپنی طرز انشاء کا جو اثر ڈالا اس کی بدولت معمولی تخیل کو سخت ترین ذہنی بندشوں سے
رہائی نصیب ہوئی جن میں وہ روایات کے ہاتھوں گرفتار تھے" اسپینی ادب کے اعلیٰ مزاح
میں جس طرح عربی نمونوں کی جھلک صاف نظر آتی ہے مثلاً سروانٹس کی کہانی "دان کوشوٹ
رکو یک راش" Don Quixote کی ظرافت اور بذلہ سنجی میں یہی رنگ دکھائی دیتا ہے بالکل
اسی طرح یہ افلاطونی محبت بھی اسپین میں عرب ہی کے اثرات ہیں جس نے بروفنسال شاعری
میں اپنا گھر کر لیا۔ یہ مسحور کرنے والی محبت نازک و لطیف جذبات زیب و زینت و آرائش
اور ادبی محاسن سے معمور وہ محبت نہیں ہے جس کو معمولی یا جذباتی محبت سے تعبیر کیا جائے
یہ ایک وجد انگیز اصول ہے عجیب و غریب نازک طریقہ ہے ایک فطری حالت ہے جو اپنے

کمال کا نمونہ عام عورتوں میں نہیں پاتا بلکہ بیوی میں پاتا ہے جس کی عزت و احترام و حفاظت کی پاسداری اور حسن کی بے لوث محبت کا خیال ایک خلاقی قوت پیدا کرتا ہے جس سے شاعر کی زندگی نہایت پُرشان و شوکت ہو جاتی ہے یہ فنِ محبت یہ عورت کا ادبِ لطالیہ یہ خاتونی محبت کا طریقہ کہاں سے آیا بروفانساوادا اپنی ابتدائی شاعری میں اس سے بالکل نابلد تھے ان کے تروبادور [illegible] کی تحریریں بالکل غنائی تھیں [illegible] رزمیہ [illegible] نہ تھیں یہ ضرور بروفنسا کی شاعری کے لئے باعث فخر ہے کہ انھوں نے اولوالعزمی اور نازک خیالی کے محاسن کا خیال رکھا اور زمانہ میں برائیوں کے باوجود بلند خیالی کے عزت و احترام کی حفاظت کی جذباتِ محبت اور رموزِ محبت میں تروبادور کو عرب کی شاعری سے جو گہرا تعلق ہے وہ بروفنسا ملی شاعری میں روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے مسلمان کے نزدیک عورت ایک دیوی ہے اور غلام بھی اور اس کا حرم مندر بھی ہے اور قید خانہ بھی اس کا حرم ان تمام آراستگی اور نازک خیالات کا مجموعہ ہے جو حماسی شاعری میں نمایاں ہے اسی کی وجہ سے عربی و فارسی قصائد بروفنسال کے گانوں کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے یہ پاک بے لوث اور افلاطونی محبت اس زمانہ کے اخلاق سے نہیں پیدا ہوئی جس کی تصویر اس زمانہ کے ادب میں نمایاں ہو عورت بقول [illegible] قرونِ وسطیٰ کی متوسط زندگی میں حد درجہ کی ذلیل اور ہر قسم کی قوت اور وحشیانہ برتاؤ کے لئے سرنگوں ہوتی تھی اور نہ ہی یہ خیال نسیفالیہ نظموں [illegible] کے نمونہ کمال میں پائی جاتی ہیں جس کی ابتدا صرف امراء کے خوش کرنے کے لئے ہو رہی تھی یہ ضرور ہے کہ یورپ میں جا بجا کسی قدر عورتوں کے احترام کا جذبہ تھا وہ حضرت مریم کی پاکیزہ زندگی کا لحاظ کرتے ہوئے بعض عورتوں کو فرشتہ صفت دیوی سمجھتے تھے مگر اصولی حیثیت سے تو یہ بات تھی لیکن عمل اس کے بالکل خلاف تھا اس قسم کا نازک خیال و فطری جذبات یہ عورت کا نیا ادبِ لطالیہ روحانی محبت اور پاکیزہ خیالی کنیسہ کی پاک دامن اور اچھوت عورتوں کے نمونہ کمال سے بالکل مختلف تھا یونانی اور لاطینی ادب چاہے وہ عہد زریں ہی کا ہو مگر اس کی روحانی دنیا کا [illegible]

مگر اس کا وجود یقینی طور پر ان کی شاعری میں نمایاں ہے جس کا واحد ذریعہ اور ممکن سرچشمہ عرب اندلس کی شاعری ہی ہو سکتی ہے گیارہویں صدی سے پہلے بلکہ بہت پہلے عرب کی شاعری اوج کمال پہنچی اور عرب کے قدیم زمانہ بلکہ ہر زمانہ کی شاعری کبھی بھی اس قسم کی پاکیزہ محبت اور فطری جذبات سے خالی نہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں اس بے لوث افلاطونی محبت کا ذکر نہایت صیقل زبان میں نادر استعارات میں دلکش تشابیہ میں عمدہ عروض کے بحر و اوزان اور بے عیب قوافی لوازمات کے ساتھ (کیونکہ یہ عنصر صرف عرب میں قدیم سے پایا جاتا ہے) بیان کیا جاتا تھا ہر غزل و قصیدہ میں نسیب و تشبیب کا ذکر لابدی تھا شاعر اپنی معشوقہ سے جدائی و ہجر کا غمگین خیال اور پاکیزہ محبت ہر اس موقع پر جب وہ اپنی معشوقہ کے مکانات کے کھنڈرات سے گذرتا تھا تو ضرور کرتا تھا نظم کی ابتدا ہی اس سے کرتا تھا کیونکہ محبت کا تقاضا بھی یہی تھا جو ان کی تمام شاعری میں نمایاں ہے مثال کے لئے چند اشعار زمانہ جاہلیت کے درج کرتا ہوں:—

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل　　　بسقط اللوی بین الدخول فحومل
کانی غداۃ البین یوم تحملوا　　　لدی سمرات الحی ناقف حنظل

(امرء القیس)

عوجوا فحیوا لنعم دمنۃ الدار　　　ماذا تحیون من نؤی واحجار
وقد ارانی ونعما لاهیین بها　　　والدهر والعیش لم یهمم بامرار
ایام تخبرنی نعم واخبرها　　　ما اکتم الناس من حاج واسراری

(نابغہ)

ما بکاء الکبیر بالاطلال　　　وسؤالی وما ترد سؤالی
دمنۃ قفرۃ تعاورها الصیف　　　بریحین من صبا وشمال
لات ہنا ذکری جبیرۃ ام من　　　جاء منها بطائف الاهوال

(اعشیٰ)